علامہ قسطلانی کی سیرت نگاری - اسلوب وخصائص

ثمینہ سعدیہ*

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ ہر عہد کے مسلمانوں کے لیے ایک کامل نمونہ اور مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں علم سیرت النبیؐ کی اہمیت مسلم رہی ہے۔فن سیرت نگاری کا آغاز عہد نبویؐ اور عہد صحابہ کرامؓ سے ہی ہو گا تھا۔لیکن اس دور میں سیرت نگاری کا دارو مدار زیادہ تر زبانی روایت پر تھا۔صحابہ کرامؓ کے بعد جلیل القدر تابعین اور تبع تابعین نے نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ کے حوالے سے احادیث وروایت اکھٹی کیں۔اس دور میں محمد بن اسحاق (م-۱۰۱ھ) اور موسیٰ بن عقبہ (م-۱۴۱ھ) نے ایسی شاندار کتب تحریر فرمائیں جن کو ذخیرہ کتب سیرت میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں علم سیرت اور فن سیرت نے اتنی ترقی کر لی کہ یہ دور فن سیرت نگاری کا دور عروج بن گیا۔علامہ واقدی (م-۲۰۷ھ) علامہ ابن سعد (م-۲۳۰ھ) عبدالملک بن ہشام (م-۲۱۸ھ) اور ابن جریر طبری (م-۳۱۰ھ) نے سیرت نبیؐ کے وقت کو تاریخ کے سلسل اور مربوط طریقے سے مدون کیا۔پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کی سیرت نگاری کا تاریخی جائزہ اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ دور پچھلے ادوار سے قدرے مختلف ہے۔اس دور میں غزوات النبیؐ کے علاوہ سیرت نبویہ کے دوسرے موضوعات مثلاً معجزات النبوی اور خصائص النبی بھی نمایاں ہے۔اس دور کے اہم سیرت نگاروں میں علامہ ابن حزم قاضی عیاض (م-۵۴۴ھ)، علامہ عبدالرحمٰن السہیلی (م-۵۸۱ھ) اور علامہ ابن الجوزی (م-۵۹۷ھ) وغیرہ شامل ہیں۔

ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری میں سیرت نگاری ایک نئے موڑ میں داخل ہوگئی۔اس دور میں ایسے سیرت نگار سامنے آئے جنہوں نے درایت کو سیرت نگاری کی بنیاد بنایا۔چنانچہ علامہ ابن قیم (م-۷۵۱ھ) علامہ ذہبی (م-۷۴۸ھ) اور علامہ ابن کثیرؒ (م-۷۷۴ھ) کا شمار ایسے ہی سیرت نگاروں میں ہوتا ہے۔انہوں نے روایات سیر کے نقل و بیان کے علاوہ ان کی تہذیب و تنقیح بھی کی۔

نویں اور دسویں صدی ہجری کا شمار سیرت نگاری کے اہم ادوار میں ہوتا ہے۔اس دور کے مؤلفین سیرت نے سیرت النبیؐ پر نہایت ضخیم اور عظیم الشان کتب تحریر فرمائیں۔ علامہ تقی الدین المقریزی (م-۸۴۵ھ) کی امتاع الاسماع، علامہ شامی (م-۹۴۳ھ) کی سبل الہدی والرشاد اور علامہ قسطلانی (م-۹۲۳ھ) کی المواہب اللدنیۃ کا شمار سیرت نبیؐ کی ضخیم ترین کتب میں ہوتا ہے۔اس دور کی تمام کتب سیرت میں سے المواہب اللدنیۃ کو سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔یہ واحد کتاب ہے جس کی شروح و تعلیقات اور اس پر حواشی کیے گئے۔یہ کتاب نہ تو مختصر ہے اور نہ بہت طویل۔علامہ قسطلانی احمد بن محمدؒ نے اعتدال اور جامعیت کے پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کتاب تحریر فرمائی۔

''المواہب اللدنیۃ'' کی مقبولیت اور اس کا عمیق مطالعہ اس حقیقت کو منکشف کرتا ہے کہ علامہ قسطلانی ایک بلند پایہ

*اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

محدّث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم سیرت نگار بھی تھے۔ بحیثیت سیرت نگاران کو جاننے کے لیے ضروری ہے کہ ان کی سیرت نگاری کے اسلوب اوران خصائص پر روشنی ڈالی جائے جن کی بناء پر وہ عظیم سیرت نگاروں کی صف میں کھڑے ہوئے اوران کی کتاب ''المواہب اللدنیۃ'' کومقبول دوام حاصل ہوا۔

علامہ قسطلانی کی سیرت نگاری کے اسلوب اوراہم خصائص کودرج ذیل عنوانات کے تحت بیان کیا گیا ہے۔

(۱)متعدد ومتنوع مضامین:

نبی اکرم ﷺ کی شخصیت متنوع پہلوؤں کی حامل ہے۔کسی بھی مصلح، رہنما، فاتح حتی کہ کسی اور پیغمبر میں بھی اتنے اوصاف نظر نہیں آتے جتنے تنہا رسول اللہ ﷺ کی ذات میں قدرت نے ودیعت کیے ہیں۔

سید سلیمان ندوی کے الفاظ میں:

''غرض ایک ایسی شخصی زندگی جو ہر طائفہ انسانی اور ہر حالتِ انسانی کے مختلف مظاہراور ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہوصرف محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے۔''(۱)

رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کے جامع اور ہمہ گیر ہونے کے باعث سیرت نگار کا کام بھی پھیل جاتا ہے۔ایک بہترین سیرت نگار کے لیے ضروری ہے کہ وہ آپؐ کی زندگی کے ہر پہلو کو موضوعِ بحث بنائے۔یہ خوبی علّامہ قسطلانی میں بدرجہ اتم نظر آتی ہے۔مؤلف نے سیرت نبویہؐ کے تقریباً تمام پہلوؤں پر تبصرہ کیا ہے۔

علّامہ قسطلانی نے''المواہب اللدنیۃ'' میں مضامینِ سیرت کونہایت منظّم اور مرتّب انداز میں تحریر کیا ہے۔اوّلاً تمام مضامینِ سیرت کوانہوں نے دس مقاصد میں تقسیم کیا ہے۔ ہر مقصد کو متعدد فصول اور ہر فصل کوکثیر ذیلی عنوانات کے تحت ترتیب دیا ہے۔

☆ مقصدِ اوّل میں حقیقتِ محمدیہ ﷺ، آپؐ کی طہارتِ نسب، حمل اور ولادت کے وقت رونما ہونے والے معجزات، رضاعت حضانت، بعثت، ہجرت اور غزوات وسرایا کو بیان کیا ہے۔گویا کہ مقصد اوّل میں سوائے حقیقتِ محمدیہ ﷺ کے موضوع کے باقی ان تمام موضوعاتِ سیرت کو یکجا کر دیا ہے جو تاریخی تسلسل اور زمانی ترتیب کے متقاضی تھے۔

☆ مقصدِ دوَم میں مؤلف نے نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ سے متعلق مختلف اور متنوع چیزوں کو اکٹھا کر دیا ہے۔ چنانچہ آپؐ کے اسمائے گرامی، اولاد وازواجِ مطہرات، چچاؤں، پھوپھیوں، رضاعی، بہن بھائیوں، خدام، موالی، پہرہ داروں، امراء، ایلچیوں، مئوذنوں، خطیبوں، حدی خوانوں، شاعروں، آلاتِ حروب، گھوڑوں، خچروں، مختلف بادشاہوں کے نام لکھے گئے خطوط اور ۹ ہجری میں آپؐ کے پاس آنے والے وفود کے ذکر کو ایک مقصد میں مختلف فصول کے تحت جمع کر دیا ہے۔

مضامین کی اس ترتیب پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔وہ یہ کہ مؤلف نے وفود کے تذکرہ کو مقصدِ دوَم کے آخر میں کیوں

رکھا؟ حالانکہ زمانی ترتیب اور تاریخی تسلسل کا تقاضا تھا کہ وفود کے ذکر کو غزوہ الفتح کے بعد ذکر کیا جاتا کیونکہ مکّہ آٹھ ہجری میں فتح ہوا اور نو ہجری میں آپؐ کے پاس مختلف قبائل سے وفود آئے۔

زمانی ترتیب کے پیشِ نظر وفود کے بیان کو مقصد اوّل کے آخر میں رکھا جاتا نہ کہ حصہ دوّم کے آخر میں کیونکہ مقصدِ دوّم میں وہ موضوعات ہیں جن کا تاریخی تسلسل سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کے برعکس مقصدِ اوّل میں سیرت کے وہ واقعات ہیں جن کا تعلق تاریخی تسلسل سے ہے۔

☆ مقصد سوم شمائلِ نبویہؐ کے بیان پر مشتمل ہے جس میں مؤلف نے نبی اکرم ﷺ کی کمال خلقت، جمالِ صورت اور پاکیزہ اخلاق واوصاف، غذاؤں، لباس، نکاح اور نوم یعنی سونے میں آپؐ کی سیرت کو بیان کیا ہے۔

☆ مقصدِ رابع آپؐ کے معجزات کے بیان پر مشتمل ہے۔

☆ مقصد خامس اسراء ومعراج کے موضوع پر ہے۔ یہ سیرت النّبیؐ کا مہتم بالشان موضوع ہے جو آپؐ کی نبوّت وصداقت پر دال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی اہمیت کے پیشِ نظر مؤلف نے اس کو علیحدہ تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔

☆ مقصدِ سادس کو مؤلف نے دس انواع میں تقسیم کیا ہے۔ ان دس انواع میں سے پانچویں نوع کو مؤلف نے پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے اس مقصد میں قرآن حکیم کے حوالہ سے سیرتِ نبویہ کو بیان کیا ہے۔

یعنی نبی اکرم ﷺ کے مرتبہ جلیل، علوِ درجات اور رفعتِ ذکر کو آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کرتے ہوئے پیش کیا ہے۔ مثلاً انبیاء کرام سے آپؐ پر ایمان لانے کا عہد لینا، آپؐ کے شاہد ہونے کا وصف، سابقہ آسمانی کتب یعنی توراۃ وانجیل میں آپؐ کی آمد اور تعریف وتوصیف سے متعلق آیات نقل کی ہیں اور ان کی تفسیر مختلف کتبِ تفاسیر سے کی ہے۔ اس مقصد کی پانچویں نوع ان آیاتِ قرآنیہ کے بیان پر مشتمل ہے جن میں آپؐ کی رسالت کے متحقق ہونے اور آپؐ کے مرتبہء بلند کی قسمیں کھائی گئی ہیں۔

نیز آپؐ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے وہ آیاتِ قرآنیہ نقل کی ہیں جن میں آپؐ کے سراج، منیر اور نور کے اوصاف کا ذکر ہے۔ آپؐ کی اطاعت، اتباع اور ادب سے متعلق بھی آیات درج کی ہیں اور ان متشابہ آیات کے شبہات کا ازالہ کیا ہے جن کا تعلق آپؐ سے ہے۔

☆ مقصد سابع آپؐ کی محبت کے وجوب، سنّت کے اتباع اور آپؐ کے آل واصحاب اور قرابتداروں سے محبت کرنے کے بیان پر مشتمل ہے۔

☆ مقصد ثامن میں مؤلف نے تین اہم مضامینِ سیرت کو سمویا ہے۔ (۱) طبِّ نبوی ﷺ (۲) تعبیرِ رؤیا (۳) اخبارِ غیب مولانا عبدالحق صاحب مدارج النبوّۃ کے مطابق ان مضامین کو معجزات کے بیان کے بعد ذکر کرنا چاہیے تھا۔ یعنی مقصدِ رابع کے بعد۔ کیونکہ اخبارِ غیب اور تعبیراتِ رؤیا بھی از قبیل معجزات اور حیطہء عادت سے خارج ہے۔ (۲)

☆ مقصدِ تاسع آپؐ کی عبادات کے بیان پر مشتمل ہے، مؤلف نے آپؐ کی عبادات کے بیان کو نہایت مرتّب انداز میں

پیش کیا ہے۔سب سے پہلے ''کتاب الطہارۃ'' کا ذکر کیا ہے۔کتاب الطہارۃ کے بعد کتاب الصلوۃ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے: فرائض اور نوافل ۔اسی طرح کتاب الصیّام کو بھی مؤلف نے فرض روزوں اور نفل روزوں کو الگ بیان کیا ہے۔

☆ مقصدِ عاشر المواہب اللدنیہ کا آخری مقصد ہے۔اس میں مؤلف نے آپؐ کی وفات، آپؐ کی قبر شریف کی زیارت اور آخرت میں آپؐ کے فضائل و درجات کے مضامین شامل کیے ہیں۔

(۲) متعدد و متنوع مصادر و مآخذ:

''المواہب اللدنیہ'' متعدد و متنوع موضوعاتِ سیرت پر مشتمل ہے۔مضامین کا تنوع مصادر کے تنوع کا متقاضی ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ مؤلف نے مضامین سیرت کے بیان کے لیے متعدد و متنوع مصادر سے استفادہ کیا ہے۔ان مصادر و مآخذ میں سب سے اہم قرآن کریم ہے۔قرآنِ کریم کی آیات درحقیقت سیرتِ طیّبہ کے علمی اور تعارفی ابواب ہیں۔قرآن حکیم کے مختلف مضامین اپنی اپنی نوعیت اور مناسبت کے مطابق سیرت کے مختلف الانواع پہلو ثابت ہوتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ علامہ قسطلانی نے مضامینِ سیرت کی توضیح و تشریح کے لیے متعدد مقامات پر آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کیا ہے۔بالخصوص چھٹا مقصد جو نبی اکرم ﷺ کی علوشان اور جلالتِ قدر اور رفعتِ ذکر کے بیان پر مشتمل ہے۔مؤلف نے اس مقصد کو قرآن کریم کی آیاتِ مبارکہ کی روشنی میں بیان کیا ہے۔

مزید برآں آیاتِ قرآنیہ کی تفسیر و توضیح کے لیے تمام مشہور و متداول کتبِ تفاسیر سے استفادہ کیا ہے۔علامہ قسطلانی ایک بلند پایہ محدّث تھے جس کی دلیل ان کی کتاب ''ارشاد الساری شرح صحیح بخاری'' ہے۔مؤلف نے المواہب اللدنیہ کی تالیف میں کتب احادیث کے وسیع ذخیرہ یعنی صحاح و اسانید اور سنن کے مجموعوں سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے سیرتِ نبویہؐ پر ٹھوس اور مستند مواد پیش کیا ہے کتبِ احادیث کے علاوہ ان کی شروحات سے بھی وسیع پیمانے پر مدد لی ہے۔

روایات و احادیث اور راویوں کی جانچ پڑتال کے لیے فنِ جرح و تعدیل اور علم اسماء الرجال کی کتابوں سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔دلائل نبوّت اور معجزاتِ نبوّت کے لیے حدیث و سیرت کے مصادر و مآخذ کے علاوہ دلائل النبوّۃ کی کتب سے اور شمائل نبویہؐ کے بیان کے لیے کتبِ شمائل سے مواد اخذ کیا ہے۔

سیرت و مغازی اور تاریخ کی تمام مشہور و معروف کتب سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔رسول اللہ ﷺ کی پیغمبرانہ سیرت کی اساس و بنیاد عقائد و عبادات پر ہے۔نبی اکرم ﷺ کی سیرت عبادات (یعنی نماز، روزہ، حج اور زکوۃ) میں کیا تھی، مؤلف نے اس کی وضاحت کے لیے کتبِ احادیث سے استفادہ کرنے کے علاوہ فقہ کی کتابوں سے بھی مدد لی ہے۔بہت سی احادیث سے انہوں نے فقہی مسائل کا استنباط کیا ہے۔

روایت میں موجود مشکل الفاظ کی لغوی و نحوی توضیح و تشریح کے لیے علمِ لغت و نحو کی کتابوں سے مدد لی ہے۔المواہب اللدنیہ کے بعض مضامین پر تصوّف کا رنگ غالب ہے کیونکہ مؤلف کو تصوّف سے خصوصی شغف تھا لہٰذا انہوں نے تصوّف کی

کتابوں کو بھی پیشِ نظر رکھا۔

(۴) اختصار و جامعیت:

المواہب اللدنیہ سیرت نبویہؐ کے تقریباً تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔ مضامین کی کثرت کے باوصف مؤلف نے اختصار و جامعیت کو مدنظر رکھا ہے۔ مثلاً ماقبل کتب سیرت میں غزوات وسرایا کو بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے مگر علامہ قسطلانی نے غزوات وسرایا کو جامع انداز میں احادیث صحیحہ وروایاتِ سیرت کی روشنی میں مختصر انداز میں بیان کیا ہے۔ مؤلف کے مطابق کئی چیزوں کو انہوں نے طوالت کے اندیشے کے پیشِ نظر حذف کر دیا ہے۔ آپ نے نبی اکرمﷺ کے چار سو اسمائے گرامی لکھے ہیں ان میں سے ۷۵ ناموں کی وجہ تسمیہ اور تشریح و توضیح بیان کی ہے۔ باقی ناموں کی وجہ تسمیہ طوالت کی بنا پر ترک کر دی ہے۔ مؤلف کے بقول: ''جان لو کہ ہمارے لیے ممکن نہیں کہ ہم ان تمام اسمائے شریفہ کا احاطہ کریں کیونکہ اس میں طوالت کا خدشہ ہے۔ طوالت سے بچنے کے لیے ہم نے اختصار کو اختیار کیا ہے۔''(۳)

جمعہ کے فضائل کے بارے میں لکھتے ہیں: ''جمعہ کے فضائل وخصائص کی تعداد بیس تک پہنچ جاتی ہے۔ ابن القیّم نے ان کا ذکر ''الھدی النبوی'' میں کیا ہے طوالت کی بنا پر میں ان کا ذکر کروں گا اور نہ ہی یہ میری غرض ہے۔''(۴)

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی رسالت کی حقانیت اور آپؐ کے علومرتبہ کی جو قسمیں کھائی ہیں مؤلف نے اس باب کو علاّمہ ابن القیّم کی کتاب ''اقسام القرآن'' سے ملخص کر کے پیش کیا ہے۔

اختصار کو مدّنظر رکھتے ہوئے مؤلف نے بعض اہم واقعاتِ سیرت کے بیان سے صرفِ نظر کیا ہے۔ مثلاً میثاقِ مدینہ کا ذکر سرسری انداز میں کیا ہے حالانکہ یہ سیرت النبیؐ کے اہم واقعات میں سے ہے۔

(۵) استفہامیہ طرزِ استدلال:

علامہ قسطلانی کی سیرت نگاری کا اسلوب یہ بھی ہے کہ جب بھی کسی موضوع پر بحث کرتے ہیں تو اس میں اپنی طرف سے سوالات اٹھاتے ہیں اور پھر خود ہی ان کا جواب دیتے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف سائل بھی ہے اور مسئول بھی۔ اس اسلوب کی خوبی یہ ہے کہ اس میں قاری کو اکتاہٹ محسوس نہیں ہوتی بلکہ اس کی دلچسپی اور رغبت میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مؤلف نے احادیث واحکام کی توضیح اور دیگر مسائل کے حل کے لیے استفہامیہ طرزِ استدلال اختیار کیا ہے۔ ان کے اس طرزِ اسلوب کی چند ایک مثالیں درج ذیل ہیں:۔

☆ واقعہ فیل کے تذکرہ میں ایک سوال اٹھاتے ہیں: اگر تم پوچھو کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے (الم تر کیف فعل ربک باصحب الفیل)(۵) کیوں کہا؟ حالانکہ یہ قصہ آپؐ کی بعثت سے کئی عرصہ قبل کا ہے۔ (یعنی ''الم تر'' کا صیغہ کیوں استعمال کیا ہے؟) اس سوال کا جواب دیتے ہوئے مؤلف لکھتا ہے کہ ''یہاں رؤیت سے مراد علم اور تذکر ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خبر متواتر ہے۔ گویا کہ اس سے حاصل کردہ علم علمِ ضروری ہے۔ جو کہ قوت میں رؤیت کے مساوی ہے۔''(۶)

☆صحیح بخاری کی روایت ہے: ''وما انتقم لنفسہ''(۷)(آپؐ نے اپنی ذات کی خاطر کبھی انتقام نہیں لیا)۔ یہ حدیث نقل کرنے کے بعد مؤلف لکھتا ہے: ''اگر تم کہو کہ آپؐ نے عقبہ بن ابی معیط اور عبداللہ بن خطل کے قتل کا حکم دیا یہ وہ لوگ تھے جو آپؐ کو ایذا پہنچاتے تھے۔ آپؐ کا یہ حکم آپؐ کے اس قول ''وما انتقم لنفسہ'' کے منافی ہے۔ مؤلف اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یہ لوگ آپؐ کو ایذا پہنچانے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالی کی حرمتوں کی توہین بھی کرتے تھے۔(۸)

☆واقعہ اسراء کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ھل وقع الاسراء لغیرہ من الانبیاء'' کیا اسراء آپؐ کے علاوہ کسی اور نبی کے لیے بھی ہوا تھا یا نہیں؟ مؤلف عارف عبدالعزیز المہدوی کے حوالے سے جواب دیتے ہیں: مرتبہ اسراء جسم کے ساتھ حضرتِ عالیہ میں ہمارے نبیؐ کے علاوہ کسی اور نبی کے لیے نہیں ہوا۔(۹)

☆آپؐ پر پہلی وحی کے نزول کا ذکر کرتے ہوئے سوال اٹھایا ہے: ''آپؐ نے تین مرتبہ ما انا بقاریء کیوں فرمایا؟ ابنِ حجر کے حوالے سے اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''پہلی مرتبہ آپؐ کے قول ما انا بقاریء کو امتناع پر محمول کیا جائے گا۔ دوسری مرتبہ نفی محض کی خبر دینے کے لیے اور تیسری مرتبہ استفہام کی غرض سے۔''(۱۰)

ان مذکورہ بالا امثال کے علاوہ مؤلف نے اور بھی کئی مقامات پر احادیث و روایات میں موجود اشکالات کو استفہامیہ طرزِ استدلال سے حل کیا ہے۔

(۶) احادیث و واقعاتِ سیرت کے فوائد و حِکم:

علامہ قسطلانی واقعاتِ سیرت کو جوں کا توں نقل نہیں کر دیتے بلکہ ان واقعات سے مستنبط ہونے والے فوائد اور حکمتوں پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ اس طرزِ بیان سے واقعاتِ سیرت کی اہمیت اور زیادہ اجاگر ہو جاتی ہے۔ مثلاً ہجرت کا ذکر کرتے ہوئے سوال اٹھاتے ہیں کہ آپؐ کی مدینہ کی طرف ہجرت اور وہاں پر وفات تک اقامت میں کیا حکمت تھی؟

اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''حکمت الٰہی کا اقتضاء یہ تھا کہ آپؐ کے ذریعے اشیاء کو شرف حاصل ہو نہ کہ اشیاء کے ذریعے آپؐ کو شرف حاصل ہو۔ اگر آپؐ اپنی وفات تک مکّہ میں رہتے تو یہ خیال کیا جا سکتا تھا کہ آپؐ کو مکّہ کی وجہ سے شرف حاصل ہوا ہے جبکہ مکّہ کو اس سے قبل حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کے ذریعے شرف حاصل ہو چکا تھا۔ پس اللہ تعالی نے ارادہ کیا کہ آپؐ کے شرف کا اظہار کرے۔ اس بنا پر آپؐ کو مدینہ ہجرت کا حکم دیا۔ جب آپؐ ہجرت کر کے مدینہ گئے تو مدینہ کو آپؐ کی وجہ سے شرف حاصل ہوا۔''(۱۱)

☆آپؐ کو اسراء رات کے وقت کیوں کروائی گئی؟ اس کی کیا حکمت ہے؟ علامہ قسطلانی اسکی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اس لیے کہ اللہ تعالی نے رات کو مقامِ محبت کی تخصیص کے لیے مقرّر کیا ہے اور اللہ تعالی نے آپؐ کو حبیب و خلیل کے طور پر چن لیا تھا۔ رات محبت کرنے والوں کے لیے خاص زمانہ ہے اور حبیب کے ساتھ خلوت رات کے وقت ہی متحقق ہو سکتی ہے۔''(۱۲)

☆اسی طرح آبِ زم زم سے آپؐ کے قلب شریف کو غسل دینے کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''کہا گیا ہے کہ آبِ زم زم قلب کو تقویت دیتا ہے اور خوف کو دور کرتا ہے۔''(۱۳)

☆صحیحین کی حدیث ہے''و کان ﷺ اذا صلی رکعتی الفجر اضطجع علی شقه الایمن''(۱۴)۔

آپؐ فجر کی دو رکعت پڑھنے کے بعد دائیں کروٹ لیٹ جاتے تھے۔آپؐ دائیں جانب کو پسند کرتے تھے۔اس میں حکمت یہ ہے کہ دل بائیں جانب ہوتا ہے۔پس اگر آپ بائیں جانب لیٹ جاتے تو نیند میں مستغرق ہوجاتے۔کیونکہ اس پہلو پر لیٹنے میں راحت زیادہ ہے برخلاف دائیں کروٹ کے کہ اس میں دل معلق رہتا ہے اور انسان نیند میں مستغرق نہیں ہوتا۔(۱۵)

مذکورہ بالا مثالوں کے علاوہ المواہب اللدنیہ کے اور بہت سے مقامات پر ایسی مثالیں ملتی ہیں جن سے مؤلف کی بصیرتِ فہم اور واقعاتِ سیرت و احادیث پر گہری نظر رکھنے کا اندازہ ہوتا ہے۔

(۷)متعدد اقوال میں سے راجح و مشہور قول کا تعین:

علامہ قسطلانی کی سیرت نگاری کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ کسی بھی چیز یا مسئلے کے بارے میں متعدّد اقوال نقل کرتے ہیں پھر ان میں سے صحیح و راجح قول کا تعین کرتے ہیں۔مثلاً

☆آپؐ کی ولادت کس سال ہوئی۔اس بارے میں مختلف اقوال ہیں اکثریت کی رائے یہ ہے کہ آپؐ عام الفیل میں پیدا ہوئے۔ایک رائے کے مطابق واقعہ فیل کے پچپن دن بعد اور دوسری رائے کے مطابق واقعہ فیل کے دس سال بعد پیدا ہوئے۔مؤلف کے مطابق مشہور قول یہ ہے کہ آپؐ واقعہ فیل کے پچاس دن بعد پیدا ہوئے۔(۱۶)

☆غزوہ ذات الرقاع کی وجہ تسمیہ کیا ہے اس بارے میں مؤلف نے متعدّد اقوال نقل کیے ہیں جو درج ذیل ہیں:

۔اس جگہ پر موجود درخت کی وجہ سے ذات الرقاع کہتے ہیں۔(۱۷)

۔ایک قول کے مطابق اس جگہ کی کچھ زمین سیاہ تھی اور کچھ سفید گویا کہ: ''کانها مرقعة برقاع مختلفة''(۱۸)

۔تیسرا قول سیاہ اور سفید گھوڑوں کی وجہ سے۔(۱۹)

۔واقدی کے قول کے مطابق اس غزوہ کی جگہ پر موجود پہاڑ کی وجہ سے یہ نام دیا گیا۔(۲۰)

علامہ قسطلانی امام سہیلی کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ان سب اقوال میں سے صحیح قول وہ ہے جو امام بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں''ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں نکلے۔ہم چھ لوگ تھے اور ہمارے پاس ایک اونٹ تھا جس پر ہم باری باری سوار ہوتے تھے۔ہمارے پاؤں زخمی ہوگئے اور ناخن گر پڑے پس ہم اپنے پاؤں پر خرق یعنی کپڑوں کے چیتھڑے لپیٹنے لگے اس وجہ سے اسے غزوہ ذات الرقاع کہا جاتا ہے۔''(۲۱)

☆حضرت امّ حبیبہؓ کا نبی اکرم ﷺ سے نکاح کب ہوا اس بارے میں دو روایات ہیں۔ایک روایت کے مطابق اس وقت ہوا جب وہ حبشہ میں تھیں(۲۲)اور دوسری روایت کے مطابق حبشہ سے واپس آکر مدینہ میں ہوا۔(۲۳)مؤلف

کے مطابق مشہور روایت پہلی ہے۔(۲۴)

☆ آپؐ کے مرض کی ابتدا امہات المومنین میں سے کس کے گھر سے شروع ہوئی۔ زہری کی معمر سے روایت کے مطابق حضرت میمونہؓ کے گھر سے شروع ہوئی۔(۲۵) سیرت ابومعشر میں ہے کہ زینب بنت جحشؓ کے گھر سے ہوئی (۲۶) اور سیرتِ سلیمان التیمی کے مطابق حضرتِ ریحانہؓ کے گھر سے ہوئی۔(۲۷) مؤلف کے مطابق ''پہلا قول معتمد ہے''۔(۲۸)

(۸) روایاتِ سیرت سے فقہی مسائل کا استنباط:

المواہب اللدنیہ کا مقصد نہم جو کہ آپؐ کی عبادات کے بیان پر مشتمل ہے مؤلف نے آپؐ کی عبادات (نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ) کے بیان کے لیے احادیثِ نبویہ ﷺ سے استفادہ کیا ہے اور ان احادیث سے بہت سے فقہی مسائل کا استنباط کیا ہے۔ وہ مختلف مسائل میں چاروں مذاہبِ فقہ کا نقطۂ نظر بیان کرتے ہیں۔ اس مقصد میں زیادہ تر فقہی مسائل کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ آپؐ کی مکّی اور مدنی زندگی کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے بھی مؤلف نے بہت سے فقہی مسائل اخذ کیے ہیں۔ اس کی چند ایک مثالیں درج ذیل ہیں۔

☆ روایاتِ سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ بدر کے قیدیوں کو آپؐ نے فدیہ لے کر رہا کر دیا تھا۔(۲۹) لیکن عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث کے قتل کا حکم دیا۔(۳۰)

ان واقعاتِ سیرت کی روشنی میں مؤلف لکھتا ہے کہ قیدیوں کے متعلق جمہور علماء یہ حکم دیتے ہیں کہ امام کو قیدیوں کے بارے میں اختیار ہے چاہے تو انہیں قتل کر دے جیسا کہ آپؐ نے بنی قریظہ کے قتل کا حکم دیا تھا یا فدیہ لے کر انہیں رہا کر دے جیسا کہ بدر کے قیدیوں کے ساتھ کیا۔ یہ امام شافعی اور علماء کی ایک جماعت کا مذہب ہے۔(۳۱)

☆ غزوۂ خندق کے موقع پر بنی قریظہ نے مسلمانوں کے ساتھ غدّاری کی جس کی بنا پر آپؐ نے بنی قریظہ کے متعلق فیصلہ کا اختیار سعد بن معاذؓ کو دیتے ہوئے فرمایا ''احکم فیھم یا سعد'' (اے سعد ان کے متعلق فیصلہ کرو) اس پر حضرت سعدؓ نے فرمایا اللہ اور اس کا رسول فیصلہ کرنے کے زیادہ حق دار ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اللہ نے تجھے ان کے متعلق فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے۔(۳۲)

علامہ قسطلانی اس واقعہ کے تحت درج ذیل فقہی مسئلہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں اس قصہ سے آپؐ کے زمانے میں اجتہاد کا جواز ملتا ہے۔ اور یہ ایسا مسئلہ ہے جس میں اہلِ اصولِ فقہ کا اختلاف ہے۔ مختار قول جواز کا ہے۔ خواہ اجتہاد آپؐ کی موجودگی میں ہو یا غیر موجودگی میں۔(۳۳)

☆ صلح حدیبیہ کا ذکر کرتے ہوئے مؤلف لکھتا ہے: ''کیا مشرکین کے ساتھ اس شرط پر صلح جائز ہے کہ اگر ان میں سے کوئی مسلمان ہو کر آ جائے تو اسے مشرکین کو لوٹا دیا جائے؟'' (۳۴) اس بات پر جمہور علماء میں اختلاف ہے۔ بعض اسے جائز کہتے ہیں اور بعض ناجائز۔ جو جواز کے قائل ہیں وہ بطور دلیل حضرت ابو جندلؓ اور حضرت ابو بصیرؓ کا قصہ بیان کرتے

ہیں۔(۳۵)اور جو جواز کے قائل نہیں وہ یہ کہتے ہیں جو کچھ اس قصہ میں واقع ہوا ہے وہ منسوخ ہو چکا ہے اس کی ناسخ درج ذیل حدیث ہے۔

"انا بریء من مسلم بین مشرکین" (۳۶) یہ احناف کا قول ہے۔(۳۷)

☆ صلح حدیبیہ کے تذکرہ کے بعد عام الفتح میں حرمتِ خمر پر فقہی مسائل پیش کیے ہیں (۳۸)۔اسی طرح غزوۂ خیبر کے موقع پر آپؐ نے پالتو گدھے کے گوشت کو حرام قرار دیا۔ مؤلف نے اس بارے میں طویل فقہی بحث کی ہے۔(۳۹)

☆ نبی اکرم ﷺ کی تواضع وانکساری کا ذکر کرتے ہوئے ایک حدیث بیان کرتے ہیں۔اس حدیث میں ہے کہ آپؐ کے دروازے پر کوئی دربان نہیں ہوتا تھا۔(۴۰) جبکہ ایک اور حدیث کے مطابق حضرت موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے

دربان تھے جب آپؐ کنویں کی منڈیر پر تشریف فرما تھے۔(۴۱)

ان احادیث کے تحت مؤلف نے فقہی مسئلہ پیش کیا ہے:

حاکم کے لیے حجاب کے مشروع ہونے کے بارے میں اختلاف ہے امام شافعی اور ایک جماعت کے نزدیک حاکم کے لیے ضروری ہے کہ وہ کوئی دربان مقرّر نہ کرے جبکہ دوسرے فقہی مذاہب اس کے جواز کے قائل ہیں۔

پہلی رائے کو زمانہ امن، لوگوں کے خیر پر مجتمع ہونے اور حاکم کی اطاعت کے زمانے پر محمول کیا جائے گا جبکہ دوسرا قول ہے کہ جھگڑوں کو ختم کرنے اور شریر لوگوں سے حفاظت کی غرض سے دربان مقرّر کرنا مستحب ہے۔ واللہ اعلم۔(۴۲)

ان مذکورہ بالا امثال سے ظاہر ہوتا ہے کہ مؤلف کو فقہی مسائل پر عبور حاصل تھا اور احادیث اور واقعاتِ سیرت کے ذریعے فقہی مسائل کا استنباط کرنے میں مہارتِ تامّہ تھی۔

(۹) روایات میں اشکالات کی نشاندہی اور ان کا حل:

المواہب اللدنیہ میں چند ایسی احادیث وروایات کا تذکرہ بھی ملتا ہے جن میں اشکالات پائے جاتے ہیں۔مؤلف نے اپنی فہم وفراست سے ان اشکالات کا جواب دیا ہے۔ مثلاً

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"لکلّ نبیّ دعوة مستجابة". (۴۳)

"ہر نبی کے لیے ایک مستجاب دعا ہوتی ہے۔"

اس حدیث کے ظاہری معنیٰ کے مطابق ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے صرف ایک دعا دی ہے جو وہ قبول ہوتی ہے۔ جبکہ احادیث صحیحہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف ہمارے نبی ﷺ بلکہ باقی انبیاء کی بھی بہت سی دعائیں قبول ہوئیں۔ مؤلف اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے: مقبول دُعا کا مطلب یہ ہے کہ اس کی مقبولیت قطعی اور یقینی ہوگی۔ اس کے علاوہ باقی دعائیں قبولیت کی امّید کے درجہ میں ہوں گی۔ بعض علماء یہ جواب دیتے ہیں کہ آپؐ کے قول "لکلّ نبیّ دعوة مستجابة"

سے مراد آپؐ کی افضل دعاؤں میں سے ایک ہے اگر چہ انہوں نے اس کے علاوہ اور بھی بہت سی دعائیں کیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان انبیاء میں سے ہر ایک کے لیے اپنی امّت کے حق میں ایک مستجاب دعا ان کی ہلاکت یا نجات سے متعلق ہوگی اور یہ دُعا عام ہوگی اور باقی خاص دُعاؤں میں سے کچھ مستجاب ہوں گی اور کچھ نہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے ہر نبی کے لیے ایک دُعا ہوگی جو اس کی دنیا یا اس کے نفس کے لیے خاص ہوگی۔ (۴۴) جیسا کہ نوحؑ کی دُعا ہے:

﴿رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا﴾ (۴۵)

حضرت زکریّاؑ کی دُعا:

﴿فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَّرِثُنِيْ﴾ (۴۶)

☆ شفاعتِ نبیؐ کے متعلق مؤلف نے صحیحین سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ جب لوگ قیامت کے دن سفارش کے لیے حضرت نوحؑ کے پاس جائیں گے تو کہیں گے: ''یا نوح انت اوّل الرسل الی اھل الارض''۔ (۴۷) اس قول میں اشکال یہ ہے کہ نوحؑ پہلے رسول کیونکر ہوئے جب کہ آدمؑ بھی نبی مرسل ہیں اسی طرح شیثؑ وادریسؑ کا شمار بھی رسولوں میں ہوتا ہے اور یہ سب رسول حضرت نوحؑ سے قبل کے تھے۔

مؤلف اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے:

> ''اوّلیت کی قید اہل الارض کے ساتھ ہے۔ آدمؑ، شیثؑ اور ادریسؑ تمام اہلِ ارض کی طرف رسول نہیں تھے۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ تینوں نبی تھے نہ کہ رسول۔۔۔ اس کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ آدمؑ کی رسالت ان کے بیٹوں کی طرف تھی اور وہ موحد تھے اور نوحؑ کی رسالت کفّار کی طرف تھی تا کہ وہ انہیں توحید کی دعوت دیں۔'' (۴۸)

مذکورہ بالا امثال سے یہ واضح ہوتا ہے کہ علامہ قسطلانی روایات کو جوں کا توں نہیں نقل کر دیتے بلکہ تحقیق وتفحص اور غور وفکر کے بعد روایات میں موجود اشکالات کی نہ صرف نشاندہی کرتے ہیں بلکہ اس کا مناسب جواب بھی دیتے ہیں۔

(۱۰) روایات میں اوہام واغلاط کی تصحیح:

علامہ قسطلانی کی سیرت نگاری کی ایک خوبی روایات میں اوہام واغلاط کی تصحیح ہے۔ چنانچہ سیرت نگاری کے دوران وہ ایسی بہت سی احادیث کی نہ صرف نشاندہی کرتے ہیں جو اوہام واغلاط پیدا کرتی ہیں بلکہ تحقیق وتفتیش سے ان کی اصلاح بھی کرتے ہیں۔ مثلاً

☆ صحیح مسلم کی ایک روایت حضرت انسؓ سے مروی ہے: نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں پر تیس دن تک بددعا کی جنہوں نے اصحابِ بئر معونہ کو قتل کیا۔ (یعنی) وہ رعل، لحیان اور عصیہ پر بددعا کرتے تھے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کی (۵۲)۔

مؤلف کے مطابق روایت میں بنولحیان کا ذکر ہوا ہے اور یہ روایت میں وہم ہے کہ بنولحیان نے اصحابِ بئر معونہ کو قتل کیا

ہو۔ بلکہ وہ رعل، ذکوان، عصیہ اور بنوسلیم سے ان کے ساتھی تھے۔ جہاں تک بنولحیان کا تعلق ہے تو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے بعث الرجیع کے موقع پر صحابہ کرامؓ کو شہید کیا۔(۵۳)

☆ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عاصم بن ثابتؓ کو ہجرت کے چھتیسویں مہینے میں رجیع کی طرف عضل وقارہ کے قبائل کے پاس بھیجا۔(۵۴) مؤلف کے مطابق قصہ عضل والقارہ کا تعلق بعث الرجیع سے ہے نہ کہ سریہ بئر معونہ سے۔ ابن اسحاق نے ان دونوں سریوں کے درمیان فصل قائم کی ہے۔ انہوں نے بعث الرجیع کو ۳ ہجری کے اواخر میں اور سریہ بئر معونہ کو ۴ ہجری کے اوائل میں ذکر کیا ہے اور واقدی نے ذکر کیا ہے کہ اصحاب بئر معونہ اور اصحاب الرجیع دونوں کی خبر نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک ہی رات میں پہنچی۔ امام بخاریؒ کے ترجمہ کا سیاق یہ وہم پیدا کرتا ہے کہ بعث الرجیع اور بئر معونہ ایک ہی سریہ ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اس لیے کہ بعث الرجیع کا تعلق عاصم اور خبیب اور ان دونوں کے ساتھیوں سے تھا۔ اور یہ سریہ عضل والقارہ کے ساتھ تھا۔ اور بئر معونہ قراء کا سریہ تھا اور یہ سریہ رعل وذکوان کے ساتھ تھا۔ گویا کہ امام بخاریؒ نے ان دونوں سریوں کو ان کے (زمانی) قرب کی بنا پر مدغم کر دیا ہے۔(۵۵)

☆ غزوہ تبوک کا ذکر امام بخاریؒ نے حجۃ الوداع کے بعد کیا ہے۔(۵۶) علامہ قسطلانی کے مطابق یہ غزوہ بلا اختلاف ہجرت کے نویں سال رجب کے مہینے میں وقوع پذیر ہوا۔ امام بخاری نے جو اسے حجۃ الوداع کے بعد ذکر کیا ہے تو شاید یہ نساخ کی خطا ہے۔(۵۷)

(۱۱) لطیف نکات کا استنباط:

مؤلف نے بہت سے مقامات پر آیات واحادیث اور واقعاتِ سیرت سے لطیف نکات مستنبط کیے ہیں۔ جو مؤلف کی دقّتِ نظر اور ذکاوتِ فہم کی دلیل ہیں۔ ان میں سے چند نکات درج ذیل ہیں:

☆ آپؐ کی ہجرت کے واقعات میں سے غارِ ثور کے تذکرہ میں درج ذیل آیتِ کریمہ نقل کی ہے: ''**لاتحزن انّ الله معنا**''(۵۸) اس آیت کی تفسیر بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''تم بنی اسرائیل کے لیے موسیٰؑ کے قول: ''**کلا انّ ربی سیهدین.**'' پر غور کرو اور صدیقِ اکبرؓ کے لیے ہمارے نبی اکرم ﷺ کے قول: ''انّ اللہ معنا'' پر غور کرو۔ موسیٰؑ نے اللہ کے ساتھ صرف اپنی معیت کو خاص کیا ہے اور اپنے اتباع کی طرف اس کی نسبت نہیں کی جب کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ نے حضرت صدیقِ اکبرؓ کو بھی اپنے ساتھ اللہ کی معیت میں شامل کیا ہے''(۵۹)

☆ رکوع وسجود میں قرآنِ پاک کی قرات کی ممانعت کے متعلق کہتے ہیں: اس میں ایک لطیف فائدہ موجود ہے جس کا ذکر بعض محققین نے کیا ہے۔ آپؐ کا رکوع اور سجدہ میں قرآن کی قرات سے روکنا اس لیے ہے کہ قرآنِ کریم اشرف الکلام ہے اور رکوع اور سجدہ دونوں حالتیں عاجزی اور پستی کی ہیں۔ پس کلامِ الٰہی کے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ ان دونوں حالتوں میں قرآن نہ پڑھا جائے اس کے برعکس حالتِ قیام میں قرآن کی قرات اولیٰ ہے۔(۶۰)

☆ حضرت اسماعیلؑ کے ذبح کے واقعہ سے ایک لطیف نکتہ مستنبط کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اے دوست دیکھو اس قصّہ میں

کیسا جلیل راز ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جبر کے بعد کسر اور سختی کے بعد نرمی دکھلاتا ہے۔حضرتِ حاجرہؑ اور ان کے بیٹے کا دوری، تنہائی اور پردیس میں صبر اور اولاد کے ذبح کے لیے سرِ تسلیم خم کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی سنّت ہے کہ جس کے لیے وہ اپنی مخلوق میں سے اس کی کمزوری، ذلّت، انکساری اور صبر پر رفعت چاہتا ہے تو اسے اپنے فضل سے نوازتا ہے۔(٦١) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ وَ نُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ﴾ (٦٢)

(۱۲) آیات کا سببِ نزول اور تفسیر:

علّامہ قسطلانی نے المواہب اللدنیہ کی تالیف کے لیے جن مصادر و مآخذ سے استفادہ کیا ہے ان میں قرآنِ کریم سرِ فہرست ہے۔مؤلف نے واقعاتِ سیرت بیان کرتے ہوئے جابجا آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کیا ہے۔نزولِ وحی کا ذکر ہو یا غزوات کا، نبی اکرم ﷺ کے اسماء گرامی کا ذکر ہو یا آپؐ کے خصائص کا مؤلف نے ہر ایک موضوع کے تحت آیات سے استدلال کیا ہے۔وہ نہ صرف آیات کی تفسیر بیان کرتے ہیں بلکہ آیات کا سببِ نزول بھی بتاتے ہیں۔مثلاً

☆ غزوۂ بدر الموعد کا ذکر کرتے ہوئے درج ذیل آیت نقل کی ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ الی قوله: فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ﴾ (٦٣)

مؤلف کے مطابق صحیح یہی ہے کہ یہ آیت حمراء الاسد کی شان میں نازل ہوئی جیسا کہ عماد الدین ابنِ کثیر نے بیان کیا ہے۔(٦٤)

☆ عثمان بن طلحہ خانہ کعبہ کے کلید بردار تھے۔فتح مکّہ کے موقع پر آپؐ نے خانہ کعبہ کی چابی عثمان بن طلحہ کے پاس رہنے دی اس واقعہ کے تذکرہ میں مؤلف لکھتا ہے: بے شک یہ آیت ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا﴾(٦٥) عثمان بن طلحہ کے بارے میں نازل ہوئی۔(٦٦)

☆ غزوۂ تبوک میں تین صحابہ یعنی کعب بن مالک، ہلال بن امیّہ اور مرارہ بن ربیع پیچھے رہ گئے تھے۔مؤلف نے ان کا ذکر کرتے ہوئے سورۃ التوبہ کی وہ آیات نقل کی ہیں جو کہ ان تین صحابہ کے بارے میں نازل ہوئیں۔(٦٧)

☆ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى﴾ (٦٨) مؤلف نے اس کے سبب نزول میں چار اقوال نقل کیے ہیں۔(٦٩)

آیات کا سببِ نزول بیان کرنے کے ساتھ ساتھ آیات کی تفسیر و توضیح مفسّرین کے اقوال کی روشنی میں پیش کی ہے۔

☆ منافقین کی مسجدِ ضرار کا ذکر کرتے ہوئے درج ذیل آیت نقل کی ہے:

﴿وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا﴾ (٧٠)

مؤلف نے اس آیت کی تفسیر واحدی کے حوالے سے کی ہے۔علامہ واحدی کے مطابق ''ابنِ عباس، مجاہد، قتادہ اور دیگر مفسّرین نے کہا ہے: جن لوگوں نے مسجد ضرار بنائی وہ بارہ افراد تھے اس مسجد کی تعمیر کے ذریعے وہ مسجدِ قبا کو ضرر پہنچانا چاہتے تھے۔لہذا انہوں نے منافقین کے ایک گروہ سے کہا ہم مسجد بنائیں گے اس میں ہم باتیں کریں گے اور محمدﷺ کے پیچھے (نماز) میں حاضر نہ ہوں گے۔''(۷۱)

☆اسی طرح مؤلف نے سورہ کوثر کی تفسیر امام فخر الدین رازی کے کے حوالے سے کی ہے۔(۷۲)

☆سورہ نساء کی آیت: ﴿وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾(۷۳) کی تفسیر کے ذیل میں امام بغوی اور امام واحدی کے تفسیری اقوال پیش کیے ہیں۔(۷۴)

(۱۳) الفاظ کی لغوی اور نحوی تشریح:

عربی زبان دنیا کی تمام زبانوں سے وسیع تر زبان ہے۔اس میں ایک چیز کے بہت سے نام اور بہت سی لغات پائی جاتی ہیں۔ایک ہی مفہوم کو سینکڑوں عنوانات اور الفاظ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔اعراب اور اشتقاق کے بدلنے سے ایک ایک لفظ کے کئی کئی معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ علامہ قسطلانی نے سیرت نگاری کے دوران آنے والے بہت سے مشکل الفاظ کے نہ صرف معنی بتائے ہیں بلکہ اعراب کی بھی نشاندہی ہے۔اس سے پڑھنے والے کو کسی وقت اور دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔علامہ قسطلانی نے جن الفاظ کی لغوی ونحوی توضیح وتشریح کی ان میں اشخاص، جگہوں، پودوں اور بیماریوں کے نام شامل ہیں۔علاوہ ازیں احادیث اور اشعار میں آنے والے مشکل الفاظ کی بھی لغوی وضاحت کی ہے۔اس ضمن میں انہوں نے علماءِ لغت کے اقوال وآراء سے بھی استفادہ کیا ہے۔

اشخاص کے ناموں کی لغوی وضاحت کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:۔

☆ابنِ قصی۔بفتح الصاد۔تصغير قصى أى بعيد۔لأنه بعد عن عشيرته فى بلاد قضاعة(۷۵)

ابن قصی۔صاد کی فتح کے ساتھ ہے۔قصی کی تصغیر ہے۔یعنی دور، اس لیے کہ وہ اپنے خاندان سے دور بلاد قضاعۃ میں رہتے تھے۔

☆ابن الياس۔بكسر الهمزة فى قول ابن الأنبارى و بفتحها فى قول قاسم بن ثابت ، ضدالرجاء واللام فيه للتعريف والهمزة للوصل۔(۷۶)

ابن الیاس۔ حمزہ کی کسر کے ساتھ ہے۔یہ ابن الانباری کا قول ہے۔جبکہ قاسم بن ثابت کے قول کے مطابق ہمزہ کی فتح کے ساتھ ہے۔الیاس رجاء کی ضد ہے اور اس میں لام تعریف کے لیے اور ھمزۃ وصل کے لیے ہے۔

☆الزنيرة ۔بكسر الزاى وتشديد النون المكسورة كسكينة كذا فى القاموس۔(۷۷)

زاء کی کسرہ اور نون کی تشدید و کسرہ کے ساتھ ہے۔جیسے کہ سکینہ۔قاموس میں ایسے ہی لکھا ہے۔

اسی طرح مؤلف نے مختلف جگہوں کے ناموں کی لغوی توضیح کی ہے۔

قَرْدة : ق کی فتح اور راء کے سکون کے ساتھ ہے۔اور کہا گیا ہے کہ راء کی کسرہ کے ساتھ ہے۔جیسا کہ ابن الفرات نے ضبط کیا ہے۔یہ نجد کے چشموں میں سے ایک چشمے کا نام ہے۔(۷۸)

رَجیع : راء کی فتح اور جیم کی کسرہ کے ساتھ ہے۔حجاز کے نواح میں مکہ اور عسفان کے درمیان قبیلہ ھذیل کے چشموں میں سے ایک چشمہ کا نام ہے۔(۷۹)

دُومہ : دال کی ضمّہ کے ساتھ ہے۔یہ ایک شہر کا نام ہے۔اس کے اور دمشق کے درمیان پانچ راتوں کی مسافت ہے۔(۸۰)

ارکانِ اسلام میں سے زکوٰۃ کے لغوی واصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔لغت میں یہ نشو ونما اور پاکیزگی کو کہتے ہیں۔کیونکہ اس کے ذریعے مال ایسی جگہ سے نشو ونما پاتا ہے جو دکھائی نہیں دیتی۔زکوٰۃ اپنے ادا کرنے والوں کو گناہوں سے پاک کرتی ہے۔ایک قول یہ ہے کہ اس کا اجر اللہ کے ہاں بڑھتا ہے۔شریعت میں زکوٰۃ کو اس کے لغوی معنوں کی بنا پر زکوٰۃ کہتے ہیں۔(۸۱)

علامہ قسطلانی نے کتب احادیث کے ایک بڑے ذخیرہ سے استفادہ کیا ہے۔وہ صرف نقلِ حدیث پر اکتفا نہیں کرتے۔بلکہ حدیث میں موجود مشکل الفاظ کی لغوی وضاحت بھی کرتے ہیں۔مثلاً نبی اکرم ﷺ کی نبوّت کی ازلیت سے متعلق ایک حدیث نقل کی ہے۔

"انی عندالله لخاتم النبيين و ان آدم لمنجدل فی طينته." (۸۲)

حدیث میں مذکور لفظ "لمنجدل" کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

" طريحاً ملقىً على الارض قبل نفخ الروح فيه." (۸۳)

نفخ روح سے قبل یہ زمین پر پڑے ہوئے تھے۔

☆ارشادِ نبوی ﷺ ہے: "ولاترفع عصاک عن اهلک ادباً." (۸۴)

ابن الاثیر کے حوالے سے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں یعنی تو ان کو تأدیب اور طاعت الٰہی پر جمع کر۔کہا جاتا ہے کہ شق العصا کے معنی جماعت سے علیحدہ ہو جانا ہے۔اس سے مراد عصا کے ساتھ مارنا نہیں ہے۔لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ تو ان کو ادب سکھانے اور فساد سے منع کرنے پر غفلت مت دکھانا۔(۸۵)

یعلی بن مرۃ الثقفی سے مروی ہے:

" بينا نحن نسير مع النبی ﷺ اذ مررنا ببعير يسنى عليه فلما رأه البعير جرجر فوضع جرانه ...الیٰ آخره" (۸۶)

مؤلف کے مطابق : جران جیم کی کسرہ کے ساتھ ہے۔

ابنِ فارس نے لکھا ہے: "مقدم عنق البعير من مذبحه الیٰ نحره" (۸۷)

عبداللہ بن اقرم الخزاعی فرماتے ہیں:''وقد صلی معه ﷺ . كنت أنظر الى عفرة ابطيه.'' (۸۸)
العفرۃ کی وضاحت میں الہروی کا قول نقل کرتے ہیں: ''البيان الذى ليس بخالص ''(۸۹)
اس کے علاوہ مؤلف نے متعدد مقامات پر احادیث میں موجود مشکل الفاظ کی توضیح کی ہے۔
طبِّ نبویؐ کے باب میں مؤلف نے بہت سی بیماریوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کے معانی کی وضاحت کی ہے۔ان میں عذرۃ، ذات الجنب ،استسقاء،عرق النساء،الکی اور طاعون وغیرہ شامل ہیں۔

علاوہ ازیں مؤلف نے سیرت نگاری کے دوران جا بجا اشعار سے استشہاد کیا ہے۔استشہاد کرتے ہوئے ان اشعار کے اندر موجود مشکل الفاظ کی لغوی ونحوی وضاحت کی ہے۔

(۱۴)اشعار سے استشہاد:

قدیم سیرت نگاروں کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ سیرت نگاری کے دوران بہت زیادہ اشعار نقل کرتے تھے بعد کے ادوار میں نقلِ اشعار کا رجحان نسبتاً کم ہوگیا۔علامہ قسطلانی نے بھی المواہب اللدنیہ میں کئی مقامات پر اشعار سے استشہاد کیا ہے۔صحابہ کرامؓ میں سے حضرت حسان بن ثابتؓ،حضرت عبداللہ بن رواحہؓ،حضرت ابوبکر صدیقؓ ،حضرت بلالؓ ،حضرت ابوسفیان بن الحارثؓ،حضرت صفیہؓ اور حضرت فاطمہؓ کے اشعار نقل کیے ہیں۔(۹۰)

مسجد نبوی کی تعمیر کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے جو اشعار کہے وہ بھی مؤلف نے نقل کیے ہیں۔نیز نبی اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ اور آپؐ کے چچا ابوطالب کے اشعار بھی نقل کیے ہیں۔(۹۱)

ان کے علاوہ جن لوگوں کے اشعار نقل کیے ہیں ان میں صوفیہ،فقہا اور نامور شعراء شامل ہیں۔ان کے نام درج ذیل ہیں:

ابراہیم بن ابی المجد (م ۶۷۶ھ)(۹۲)،علی بن محمد بن محمد بن وفا الشاذلی (م ۸۰۷ھ)(۹۳)،عبداللہ بن یحیی الشقر الطیسی (م-۴۶۶ھ) (۹۴)، عبداللہ بن محمد ابو محمد المرجانی (م- ۶۹۹)(۹۵)، محمد بن سعید شرف الدین البوصیری (م-۶۹۶ھ)(۹۶)،حسین بن ھانی ابونواس (م-۱۹۸ھ)(۹۷)،حسن بن شاور ابن النقیب المعروف بالنفیسی (۹۸)، ابوالیمن بن عساکر(۹۹)، ابو محمد عبداللہ بن الحسین القرطبی (۱۰۰)، رضی الدین ابو عبداللہ بن یوسف الانصاری الشاطبی (۱۰۱)،محمود بن حسن الوراق (م- ۲۲۵ھ)(۱۰۲)،محمد بن محمد ابوالولید محبّ الدین ابن الشحنہ الحلبی (م- ۸۱۵ھ) (۱۰۳)، محمد بن خلفہ ابو عبداللہ الابی (م-۸۲۷ھ)(۱۰۴)،شمس الدین سخاوی (م-۹۰۲ھ)(۱۰۵)، ابنِ حجر عسقلانی (م-۸۵۲ھ) (۱۰۶)،ابوتمام الطائی (۱۰۷)،زفر بن الحارث (۱۰۸)، برھان الدین القیر اطی (۱۰۹)،ابوالحسن بن الفضل المقدسی (۱۱۰)، ابوالحکم بن المرحل (۱۱۱)، زین الدین عراقی (۱۱۲)، ابن الحلاوی (۱۱۳)، ابوالفضل الجوھری (۱۱۴)، ابوعبداللہ بن ابن القاسم بن الحکیم (۱۱۵) اور احمد بن محمد العریف (۱۱۶) وغیرہ۔

اس کے علاوہ اور بہت سے اشعار شاعر کا حوالہ دیے بغیر نقل کیے ہیں۔(۱۱۷) مؤلف نے صرف نقلِ اشعار پر اکتفا

نہیں کیا بلکہ ان اشعار کی توضیح وتشریح بھی کی ہے اور ان میں موجود مشکل الفاظ کی لغوی وضاحت کی ہے۔(۱۱۸)

(۱۵) تصوّف کے باطل نظریات اور بدعات کی تردید:

علامہ قسطلانی نے سیرت نگاری کے دوران تصوّف کی راہ سے آنے والے باطل نظریات وافکار نیز اپنے وقت میں رائج بدعات کی تردید کی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ ﴾ (۱۱۹)

اس آیت کی تفسیر میں مؤلف نے نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی عبادات وقیام کا ذکر کیا ہے اس کے ساتھ ہی انہوں نے متصوفین کے غلط نظریۂ فکر کی تردید کی ہے۔مؤلف کے مطابق ''وہ لوگ جو اپنے کو تصوّف سے منسوب قرار دیتے ہیں کہتے ہیں کہ قربِ حقیقی بندے کو اعمالِ ظاہرہ سے اعمالِ باطنہ کی طرف منتقل کرتا ہے اور جسم وجوارح کو اعمال کی مشقت سے راحت دلاتا ہے۔ یہ لوگ کفر والحاد میں مبتلا ہیں۔انہوں نے عبادت کو معطل کردیا ہے اور گمان کیا ہے کہ وہ اپنے خیالاتِ باطلہ کی وجہ سے عبادات سے مستغنی ہو جائیں گے۔ یہ باطل خیالات محض نفس کی آرزوئیں اور شیطان کا دھوکا ہیں۔''(۱۲۰)

صحیحین کی ایک حدیث کے مطابق ایامِ منیٰ کے دوران حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عائشہؓ کے پاس گئے۔اس وقت دولڑکیاں ان کے پاس بیٹھیں دف بجا رہی تھیں۔ابوبکرؓ نے ان کو ڈانٹا۔ نبی اکرم ﷺ نے ابوبکرؓ سے کہا کہ ان کو چھوڑ دو یہ ان کے ایامِ عید ہیں۔(۱۲۱)

صوفیہ کی ایک جماعت نے اس حدیث سے غنا اور اس کے سماع کو مباح قرار دیا ہے۔مؤلف نے ان کے اس نظریے کی تردید حضرت عائشہؓ کی ایک اور حدیث سے کی ہے جس کے الفاظ ہیں:''**وليستا بمغنيتين**''(۱۲۲) بعدازاں علامہ قرطبی کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ زنادقہ کے آثار میں سے ہے۔(۱۲۳)

حفیظہ رمضان ''**لا آلاء الا آلائوک باالله ...الی آخره**''(۱۲۴)

علامہ قسطلانی نے اس کی تردید کرتے ہوئے شیخ سخاوی کے حوالے سے لکھا ہے:''بلادِ یمن، مکہ، مصر، بلاد مغرب اور باقی تمام شہروں میں مشہور ہے کہ یہ حفیظہ رمضان ہے۔ جو کہ ڈوبنے، چوری ہونے، جلنے اور باقی تمام آفات سے محفوظ رکھتا ہے۔ یہ بدعت ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔''(۱۲۵)

امام حاکم کی المستدرک میں ایک درود مذکور ہے۔آپؐ نے فرمایا:

''**اذا تشهد احد كم فى الصلاة فليقل : اللهم صل على محمد وعلى آل محمد ، وارحم محمداً وآل محمد ، كما صليت وباركت وترحمت على ابرا هيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد.**''(۱۲۶)

علامہ قسطلانی کے مطابق ایک گروہ نے درود کے صحیح ہونے پر اصرار کیا ہے۔ یہ ان کا وہم ہے یہ روایت یحییٰ بن السباق

سے ہے۔ وہ ایک مجہول آدمی ہے اور ایک مبہم آدمی سے روایت کر رہا ہے۔ ابن العربی نے اس کے انکار میں مبالغہ کیا ہے اور اسے بدعت کے قریب قرار دیا ہے۔ (۱۲۷)

(۱۶) باطل فرقوں (روافض، زنادقہ، قرامطہ، مرجئہ، معتزلہ) کے عقائدِ باطلہ کی تردید:

اسلام کے اوّلین ادوار میں بہت سے باطل فرقوں نے جنم لیا۔ جنہوں نے اپنے نظریات کی تائید کے لیے آیات واحادیث کے اپنی مرضی سے معنی متعین کیے۔ علامہ قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں حسبِ موقع ومحل ان فرقوں کے باطل نظریات کی نشاندہی کرتے ہوئے تردید کی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ۹ ہجری میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امیر حج مقرر کیا اور ان کے پیچھے حضرت علیؓ کو بھیجا۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا: امیر ہو یا مامور بن کر آئے ہو۔ حضرت علی ؓ نے جواب دیا مامور بن کر آیا ہوں۔ (۱۲۸)

مؤلف کے مطابق رافضہ کہتے ہیں حضرت علی ؓ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو معزول کر دیا تھا۔ یہ ان کی افترا پردازی ہے۔ (۱۲۹)

صحابہ کرامؓ کے بارے میں ارشادِ باری تعالی ہے:

﴿ذٰلِکَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ (۱۳۰)

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں: ”اس آیت سے امام مالکؒ نے ان روافض کی تکفیر کی ہے جو صحابہ کرامؓ سے بغض رکھتے تھے۔ اور جو صحابہ سے غیظ رکھتا ہے وہ کافر ہے۔ (۱۳۱)

روافض کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کی ایک پیشین گوئی کا ذکر علامہ بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ذکر کیا ہے۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے آپؐ نے فرمایا:

”یکون فی امّتی یسمون الرافضہ، یرفضون الاسلام“ (۱۳۲)

اسی طرح قدریہ اور مرجئہ کے بارے میں نے فرمایا تھا:

”ھم مجوس الامۃ“ (۱۳۳) ”وہ امّت کے مجوسی ہیں۔“

حدیث اسراء کے متعلق علامہ قسطلانی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے صحیح ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ لیکن ملحد زنادقہ اس حدیث کا انکار کرتے ہیں۔ (۱۳۴)

ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ﴾ (۱۳۵)

معتزلہ نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالی کو نہ دنیا میں دیکھا جا سکتا ہے اور نہ آخرت میں دیکھا جائے گا۔ علامہ قسطلانی کے مطابق معتزلہ نے اہلِ سنّت والجماعت کی مخالفت کی ہے اور جہل کے مرتکب ہوئے ہیں۔ (۱۳۶)

انبیاء میں سے بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالی ہے:

(۱) ﴿وَ رَفَعَ بَعۡضَهُمۡ دَرَجٰتٍ﴾ (۱۳۷)

(۲) ﴿وَ لَقَدۡ فَضَّلۡنَا بَعۡضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعۡضٍ﴾ (۱۳۸)

مؤلف کے مطابق یہ دونوں آیات اس بات کی دلیل ہیں کہ انبیاءؑ اور رسولوں کے مراتب مختلف ہیں برخلاف معتزلہ کے ان کا کہنا ہے کہ انبیاء کو ایک دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں۔ مذکورہ بالا دونوں آیات ان کے نظریے کی تردید کرتی ہیں۔(۱۳۹)

نبی اکرم ﷺ قیامت کے روز گناہگاروں کے جہنم سے نکلنے کی سفارش کریں گے۔ بعض معتزلہ اور خوارج نے اس کا انکار کیا ہے۔ ان کا استدلال درج ذیل آیات سے ہے۔

(۱) ﴿فَمَا تَنۡفَعُهُمۡ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيۡنَ﴾ (۱۴۰)

(۲) ﴿مَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ حَمِيۡمٍ وَّلَا شَفِيۡعٍ يُّطَاعُ﴾ (۱۴۱)

علامہ قسطلانی کے مطابق اہلِ سنّت نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ آیات کفار کے بارے میں ہیں نہ کہ گناہ گار مسلمانوں کے بارے میں۔(۱۴۲)

بحوالہ قاضی عیاض کہتے ہیں: اہل سنت کا مذھب عقلاً شفاعت کے جواز کا ہے اور سمعاً وجوب کا ہے۔(۱۴۳)

خلاصہ بحث:

نبی اکرم ﷺ کی شخصیت جامع اور ہمہ گیر ہے۔ ایک بہترین سیرت نگار کے لیے ضروری ہے کہ وہ آپ ؐ کی زندگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالے۔ علامہ قسطلانی نے المواہب اللدنیۃ میں سیرت نبویہ ؐ کے تقریباً تمام اہم پہلوؤں کا احاطہ کیا ہے۔ المواہب اللدنیۃ میں موضوعاتِ سیرت کی کثرت ہے۔ مضامین کا تنوع، مصادر کے تنوع کا متقاضی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ المواہب اللدنیۃ کی تالیف میں مؤلف نے متعدد و متنوع مصادر و مآخذ سے استفادہ کیا ہے۔ نیز بعض واقعاتِ سیرت کے بیان میں اختصار کے پہلو کو مدِّ نظر رکھا ہے۔ علامہ قسطلانی کی سیرت نگاری کی ایک خصوصیت استفہامیہ طرزِ استدلال ہے۔ اس اسلوب کی خوبی یہ ہے کہ قاری کو کسی قسم کی اکتاہٹ نہیں ہوتی۔ مؤلف نے واقعاتِ سیرت کو یونہی نہیں نقل کر دیا بلکہ ان واقعاتِ سیرت سے مستنبط ہونے والے فوائد اور حکمتوں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

متعدد اقوال میں سے راجح و مشہور قول کا تعین بھی آپ کی سیرت نگاری کی نمایاں خصوصیت ہے۔ مؤلف نے روایاتِ سیرت سے فقہی مسائل کا استنباط اور روایات میں موجود اشکالات کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کا حل بھی پیش کیا ہے۔ علاوہ ازیں روایات کے الفاظ میں موجود اوہام و اغلاط کی تصحیح بھی کی ہے۔ مؤلف نے بہت سے مقامات پر آیات و احادیث اور واقعاتِ سیرت سے لطیف نکات مستنبط کیے ہیں۔ نیز آیات کا سبب نزول اور ان کی تفسیر بیان کرنے کے علاوہ مشکل الفاظ کی لغوی توضیح و تشریح بھی کی ہے۔ علامہ قسطلانی نے سیرت نگاری کے دروان تصوّف کے باطل نظریات اور بدعات کی تردید کرنے کے علاوہ باطل فرقوں یعنی روافض، زنادقہ، قرامطہ اور معتزلہ کے عقائد باطلہ کی تردید کی ہے۔ علامہ قسطلانی کی سیرت نگاری کی ان خصوصیات نے انہیں عظیم سیرت نگاروں کی صف میں کھڑا کر دیا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ندوی، سید سلیمان، خطبات مدراس، اداره مطبوعات طلبه لاهور، جولائی ۱۹۹۷ء، ۸۵

۲۔ شاه عبدالحق دهلوی، مدارج النبوة، مکتبة نوریه رضویة سکهر پاکستان، ۱۳۹۷ھ۔۱۹۷۷ء، ۲۱۸/۱

۳۔ القسطلانی، أحمد بن محمد شهاب الدين ابو العباس(م- ۹۲۳ھ)، المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، دارالكتب العلمية بيروت لبنان، ۱۹۹۶ء، ۳۶۹/۱

۴۔ المواهب اللدنية، ۱۸۷/۳

۵۔ الفيل: ۱

۶۔ المواهب اللدنية، ۵۳/۱

۷۔ البخاری، محمد بن اسماعيل، أبو عبدالله(م ۲۵۶ھ)، الجامع الصحيح، دارالسلام للنشر والتوزيع الرياض، ۱۴۱۹ھ۔۱۹۹۹ء، كتاب الحدود، باب كم التعذير والأدب، ۱۱۸۱(۶۸۵۳)؛ أبو يعلى الموصلى، أحمد بن على (م-۳۰۷ھ)، المسند، تحقيق: عبدالقادر عطا، دارالكتب العلمية بيروت لبنان، ۱۹۹۸ء، ۲۵۲/۴(۴۳۶۵)

۸۔ المواهب اللدنية، ۹۰/۲

۹۔ المواهب اللدنية، ۳۴۳/۲

۱۰۔ المواهب اللدنية، ۱۰۵/۱

۱۲۔ المواهب اللدنية ۳۴۲/۲

۱۳۔ المواهب اللدنية، ۳۵۴/۲

۱۴۔ صحيح بخارى، كتاب التهجد، باب الضجعه على الشق الايمان بعد ركعتى الفجر، ۱۸۵(۱۱۶۰)؛ مسند أبى عوانه، ۲۷۹/۲

۱۵۔ المواهب اللدنية، ۲۲۵/۳

۱۶۔ المواهب اللدنية، ۷۴/۱؛ السهيلى، عبدالرحمن بن عبدالله، ابو القاسم(م ۵۸۱ھ)، الروض الانف فى تفسير السيرة النبوية لابن هشام، دارالكتب العلمية بيروت لبنان، ۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۷ء، ۲۸۳/۱؛ ابن عبدالبر، يوسف بن عبدالله القرطبى (م -۴۶۳ھ)، الاستيعاب فى معرفة الاصحاب، تحقيق على محمد معوض، عادل أحمدعبدالموجود، مكتبة دارالباز، مكة المكرمة، ب۔ت، ۱۳۷/۱

۱۷۔ ابن هشام، عبدالملك (م ۲۱۸ھ)، السيرة النبوية، تحقيق: مصطفى السقا، ابراهيم الأبيارى، عبدالحفيظ شلبى، داراحياء التراث العربى بيروت لبنان، ۱۴۱۵ھ۔۱۹۹۵ء، ۲۲۶/۳

۱۸۔ ابنِ سعد، محمد بن سعد بن منيع الزهرى (م-۲۳۰ھ)، الطبقات الكبرىٰ، داراحياء التراث العربى بيروت لبنان، ۲۸۰/۱

۱۹۔ ابن حبان، محمد بن حبان بن أحمد التميمى البستى، أبو حاتم(م- ۳۵۴ھ)، كتاب الثقات، تحقيق: ابراهيم شمس الدين، دارالكتب العلمية بيروت لبنان، ۱۴۱۹۔۱۹۹۸ء، ۹۶/۱

۲۰۔ واقدى، محمد بن عمر بن واقد(م- ۲۰۷ھ)، كتاب المغازى، تحقيق: مارسدن، جونس، مطبعة جامعة آکسفورڈ ۱۹۶۶ء، ۳۹۵/۱؛ السيرة النبوية(ابن كثير) ۱۶۰/۳؛ الطبرى، محمدبن جرير(م-۳۱۰ھ)، تاريخ الامم والملوك، تحقيق: عبدأ على مهنا، مؤسسة الأعلمى للمطبوعات بيروت لبنان، ۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۸ء، ۴۱۰/۲؛ ابن الجوزى، عبدالرحمن، جمال الدين أبو الفرج (م- ۵۹۷ھ)، المنتظم فى تواريخ الملوك والامم، تحقيق: ڈاکٹر سهيل زكار، دارالفكر للطباعة والنشروالتوزيع، ۱۴۱۵ھ۔۱۹۹۵ء، ۳۰۵/۲

۲۱۔ المواهب اللدنية، ۲۳۱/۱؛ مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيرى النيسابورى، أبو الحسين (م- ۲۶۱ھ)، الجامع الصحيح، دارالفكر للطباعة والنشروالتوزيع، ۱۹۸۱ء/دارالسلام للنشر والتوزيع، ۱۴۲۱ھ۔۲۰۰۰ء، كتاب الجهاد

والسیر، باب غزوۃ ذات الرقاع،٦/١٢/١٩٧ ۲۲۔ السیرۃ النبویۃ، ٣٠٢/٤

۲۳۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ ، باب من فضائل أبی سفیان بن حرب،١١٠٠(٦٤٠٩)

۲۴۔ المواہب اللدنیۃ، ٤٠٩/١

۲۵۔ البلاذری، أحمد بن یحیی بن جابر(م- ٢٧٩ھ)، کتاب الجمل من أنساب الاشراف، تحقیق: ڈاکٹر سہیل زکار، ڈاکٹر ریاض زرکلی، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت لبنان، ١٤١٧ھ-١٩٩٦ء، ٢١٧/٢

۲۶۔ تاریخ الامم والملوک، ٥٧/٣ ۲۷۔ المواہب اللدنیۃ، ٣٧٣/٣

۲۸۔ المواہب اللدنیۃ، ٣٧٣/٣

۲۹۔ الترمذی، محمد بن عیسی بن سورۃ (م- ٢٧٩ھ)، الجامع الصحیح ، شرکۃ مکتبہ مصطفی البابی الحلبی واولادہ بمصر١٩٧٥ء/دارالسلام للنشر والتوزیع، ١٤٢٠ھ-١٩٩٩ء، کتاب السیر، باب ماجاء فی قتل الاساریٰ و الفداء، ٣٨١(١٥٦٧-١٥٦٨) ؛السیرۃ النبویۃ، ٢٦٠/٢،٢٦١،٢٦٤؛ الطبقات الکبریٰ ،٢٥٨/٢

۳۰۔ السیرۃ النبویۃ ،٢٥٥/٢ ٣١۔ المواہب اللدنیۃ، ١٩٤/١

۳۲۔ السیرۃ النبویۃ، ٢٦٤/٣؛ الطبقات الکبریٰ،٢٨٧/٢

۳۳۔ المواہب اللدنیۃ، ٢٥٢/١ ٣٤۔ المواہب اللدنیۃ، ٢٧٥/١

۳۵۔ صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب ما یجوزو من الشروط فی الاسلام والاحکام و المبایعۃ، ٤٤٣ (٢٧١١،٢٧١٢) السیرۃ النبویۃ ،٣٤٧/٣؛

۳۶۔ النسائی ، أحمد بن شعیب ، أبوعبدالرحمن (م ٣٠٣ھ)، السنن الصغری، دارالسلام للنشر والتوزیع الریاض، ١٤٢٠ھ-١٩٩٩ء، کتاب القسامۃ، باب القود لغیر حدیدۃ، ٦٥٩،٦٦٠(٤٧٨٤)

۳۷۔ المواہب اللدنیۃ،٢٧٥/١ ۳۸۔ ایضاً ،٢٧٩/١،٢٨١ ۳۹۔ ایضاً ، ٢٨٧/١ تا ٢٩١

۴۰۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز ، باب زیارۃ القبور، ٢٠٥(١٢٨٣)

۴۱۔ صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب الفتنۃ التی تموج کموج البحر،١٢٢٣(٧٠٩٧)

۴۲۔ المواہب اللدنیہ، ١٠٥/٢

۴۳۔ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب فی الشیئۃ والارادۃ ،١٩٠/٤/٤؛ ابن راہویہ، اسحاق بن ابراہیم بن مخلد الحنظلی المروزی (م- ٢٣٨ھ)، مسند اسحاق بن راہویہ، تحقیق: ڈاکٹر عبدالغفور عبدالحق حسین البلوشی، مکتبۃ الایمان المدینۃ المنورۃ، ١٤١٢ھ- ١٩٩١ء، ١٣٩(٦٧)

۴۴۔ المواہب اللدنیۃ ،٣٦١/٣ ۴۵۔ نوح : ٢٦ ۴۶۔ مریم : ٥-٦

۴۷۔ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی لما خلقت بیدی ،١٧٢/٨/٤

۴۸۔ المواہب اللدنیۃ، ٤٥٣/٣ ۴۹۔ المواہب اللدنیۃ،١٨٨/١

۵۰۔ المواہب اللدنیۃ، ٥٨/١ ۵۱۔ المواہب اللدنیۃ، ٥٨/١

۵۲۔ صحیح مسلم ، کتاب الصلاۃ ، باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات اذا نزلت بالمسلمین نازلۃ ---، ٢٧٣(١٥٤٥)

۵۳۔ المواهب اللدنية ،۱/۲۲٦
۵۴۔ السيرة النبوية ،۳/۱۸۷؛ الطبقات الکبریٰ ،۲/۲۷۷
۵۵۔ المواهب اللدنية ،۱/۲۱۹
۵۶۔ صحيح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة تبوك ،۳/۵/۱۲۸
۵۷۔ المواهب اللدنية، ۱/۳٤٦
۵۸۔ التوبة : ٤٠
۵۹۔ المواهب اللدنية ۱/۱۵۰
٦۰۔ المواهب اللدنية ،۳/۱۵٦،۱۵۷
٦۱۔ المواهب اللدنية، ۱/۵۷
٦۲۔ القصص : ٦۰۵
٦۳۔ ال عمران ۳/۱۷۲ تا ۱۷٤
٦۴۔ المواهب اللدنية ۱/۲۳٤
٦۵۔ المواهب اللدنية، ۱/۳۲۳
٦٦۔ المواهب اللدنية، ۱/۳۲۳
٦۷۔ المواهب اللدنية ،۱/۳۵۳
٦۸۔ طه : ۲
٦۹۔ المواهب اللدنية، ۲/٤۱۰
۷۰۔ التوبة : ۱۰۷
۷۱۔ الواحدی، علی بن احمد الواحدی النيسابوری، أبوالحسن (م –٤٦۸ھ)، أسباب النزول، دارنشرالکتب الاسلامية، لاهورباکستان، ۱۳۷۹ھ۔۱۹۵۹ء،۱٤۹؛ المواهب اللدنية،۱/۳۹۱
۷۲۔ المواهب اللدنية، ۲/٤۱۱
۷۳۔ النساء : ٦۹
۷۴۔ المواهب اللدنية ۲/٤۸۱،٤۸۲
۷۵۔ المواهب اللدنية، ۱/٤۹
۷٦۔ المواهب اللدنية،۱/۵۰
۷۷۔ المواهب اللدنية ۱/۱۲٤
۷۸۔ المواهب اللدنية ،۱/۲۰۲
۷۹۔ المواهب اللدنية
۸۰۔ المواهب اللدنية ،۱/۲۳٤
۸۱۔ المواهب اللدنية، ۳/۲۷۱
۸۲۔ أحمد بن حنبل ، أبوعبدالله الشيبانی(م– ۲٤۱ھ)، المسند، مکتبة دارالبازمکة المکرمة، ۱۹۹۳ء،۵/۱۱۰،۱۱۱ (۱٦۷۰۰،۱٦۷۰۱)؛ الحاکم، محمد بن عبدالله المعروف بالحاکم النيسابوری، ابوعبدالله(م –٤۰۵ھ)، المستدرك علی الصحيحين، مطبعة مجلس دائرة المعارف النظامية الکائنة فی الهند بمحروسه حيدرآباددکن لاهور،۲/٦۵٦؛ أبونعيم، أحمد بن عبدالله الأصفهانی(م –٤۳۰ھ)، حلية الأولياء وطبقات الاصفياء ، تحقيق: مصطفی عبدالقادرعطا، دارالکتب العلمية بيروت، ۱۹۹۷ء، ٦/۹۳؛ البيهقی، احمد بن الحسين ، ابوبکر (م–٤۵۸ھ)، دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعه، تحقيق: ڈاکٹر عبدالمعطی قلعجی، دارالکتب العلمية بيروت لبنان، ۱٤۰۵ھ۔۱۹۸۵ء،۱/۸۰
۸۳۔ المواهب اللدنية، ۱/۲۹
۸۴۔ مجمع الزوائد ، کتاب الادب، باب تأديب الاولاد واهل البيت و تعليق السوط حيث يرونه، ۸/۱۰۸
۸۵۔ المواهب اللدنية ،۲/۳۲؛ ابن الأثير، مبارك بن محمد، مجدالدين أبوالسعادات الجزری(م– ٦۰٦ھ)، النهاية فی غريب الحديث والأثر، تحقيق: طاهر احمد الزادی، محمود محمد الطناحی، مؤسسة اسماعيليان للطباعة والنشر والتوزيع ۱۳۸۳ھ۔۱۹٦۳ء، ۳/۲۵۰
۸٦۔ مسند احمد ۵/۱۸۳(۱۷۱۱۵)
۸۷۔ المواهب اللدنيه، ۲/۲۲۲؛ابن فارس، أحمد بن فارس بن زکريا القزوينی الرازی، أبوالحسين (م–۳۹۵ھ)، معجم مقاييس اللغة، داراحياء التراث العربی بيروت لبنان، ۱٤۲۲ھ۔۲۰۰۱ء، ۱۹٤
۸۸۔ جامع ترمذی ، کتاب الصلاة، باب ماجاء فی التجافی فی السجود،۷۵(۲۷٤)

۸۹۔ جامع ترمذی ، کتاب الصلاة، باب ماجاء فی التجافی فی السجود، ٢/٥٧؛ الغريبين ١٢٩٨/٤

۹۰۔ المواهب اللدنية، ١٦٠/١
۹۱۔ ايضاً ،١/٨٩،٩٧،١١٧،٣/٢٥٢

۹۲۔ ايضاً ، ٢/٤٨٣
۹۳۔ ايضاً ، ١/٤٤، ٢/٩،١٠،١١،١٨،٢٠٠،٢٠٣، ٣/٢١٢

۹۴۔ ايضاً، ١/٧٠،١٢٤،٤٧٢، ٢/٤٣٤،٣/٢٥٠
۹۵۔ ايضاً، ١٠٧/١

۹۶۔ ايضاً، ١/١٤٧،١٤٨،١٤٩، ٢/٥،١٢٣،١٢٥،٢٠٣،٢١٨،٢٤٣،٢٤٥،٤٢٤،٥٣٥، ٤١٦/٣

۹۷۔ ايضاً، ٦/٢
۹۸۔ ايضاً، ١٤٨/١
۹۹۔ ايضاً، ١٧٤/٢

۱۰۰۔ ايضاً، ١٧٦/٢
۱۰۱۔ ايضاً، ٥٣٢/٢
۱۰۲۔ ايضاً، ٤٩١/٢

۱۰۳۔ ايضاً، ٥٤٧/٢
۱۰۴۔ ايضاً، ٤٥٣/٣
۱۰۵۔ ايضاً، ٣/٣٠،٣١

۱۰۶۔ ايضاً، ٢/٥٣٤،٥٤٧
۱۰۷۔ ايضاً، ٤٩١/٢
۱۰۸۔ ايضاً، ٢٤/٢

۱۰۹۔ ايضاً، ٣٨٧/٢
۱۱۰۔ ايضاً، ٤٠٢/١
۱۱۱۔ ايضاً، ١٧٥/٢

۱۱۲۔ ايضاً، ١١٧/٢
۱۱۳۔ ايضاً، ١٠/٢
۱۱۴۔ ايضاً، ٤٠٧/٣

۱۱۵۔ ايضاً، ٤٠٧/٣
۱۱۶۔ ايضاً، ٤١٧/٣

۱۱۷۔ ايضاً، ١/٢٨،٣٥،٥١،٥٧،١٠٠،١٤٨، ٢/٦،١٥،٧٤،٢١٥،٢٤٤، ٢٤٨،٢٩٧، ٣٤٣،٤٢٥، ٤٢٦، ٥٢٩، ٥٣٠، ٣/٦، ٨،٩، ٣٦٩، ٣٧٩،٣٩٢،٤١٢،٤٢٦
۱۱۸۔ المواهب اللدنية، ١/١٤٩،١٦٠،١٦١

۱۱۹۔ الحج : ١٧٨
۱۲۰۔ المواهب اللدنيه، ١٠٩/٣

۱۲۱۔ صحيح بخارى، كتاب العيدين ، باب سنة العيدين لاهل الاسلام، ١٥٣(٩٥٢)

۱۲۲۔ صحيح مسلم، ابواب صلاة العيدين، باب الفرح واللعب فى ايام الاعياد،٣٥٦(٢٠٦١)

۱۲۳۔ المفهم، ٥٣٤/٢

۱۲۴۔ كشف الخفاء ،٣٤٨/٢؛ أسنى المطالب ،١٢٨،٣٤٣؛ الاسرارالمرفوعة، ٣٨٨

۱۲۵۔ المقاصدالحسنة، ٥٣٧؛ المواهب اللدنية، ٤٠/٣
۱۲۶۔ المستدرك، ٤٠٢/١

۱۲۷۔ المواهب اللدنية، ١٦٠/٣

۱۲۸۔ سنن نسائى، كتاب المناسك، الخطبة قبل يوم التروية، ٤١١،٤١٢(٢٩٩٦)

۱۲۹۔ المواهب اللدنية، ٣٥٥/١
۱۳۰۔ الفتح : ٢٩
۱۳۱۔ المواهب اللدنية ،٥٣٨/٢-٥٣٩

۱۳۲۔ مسند ابويعلى ،٩٥/٣(٢٥٧٩)؛ دلائل النبوة (بيهقى)، ٥٤٧/٦

۱۳۳۔ كشف الخفاء، ٩١/٢؛ كتاب الابانه ،١٦؛ تذكرة الموضوعات ،١٥؛ المقاصد الحسنة، ٣٥٩؛ تنزيه الشريعة ،٣١٦؛ الابانة، ١٦؛ تاريخ دمشق، ٢٠١/٣٩/٢٠
۱۳۴۔ المواهب اللدنية ،٣٤٥/٢

۱۳۵۔ الانعام : ١٠٣

۱۳۶۔ ايضاً،٣٩٠/٢؛ *علامہ ابوالحسن الأشعری نے کتاب الابانہ میں ان اعتراضات کا مدلل جواب دیا ہے۔ دیکھئے کتاب الابانہ (ص۲۵ تا ۶۲)*

۱۳۷۔ البقرة : ٢٥٣
۱۳۸۔ الاسراء : ٥٥

۱۳۹۔ المواهب اللدنية ،٤٠٠/٢
۱۴۰۔ المدثر : ٤٨

۱۴۱۔ المئومن : ١٨
۱۴۲۔ المواهب اللدنية، ٤٥١/٣

۱۴۳۔ اكمال المعلم،٥٦٥/١